دینا. اہلِ ہند تناسخ کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے چالیس دن بعد دنیا میں واپس آجاتا ہے، لیکن اس کی روح کتے، یا گدھے، یا گائے یا ہاتھی یا کسی اور جانور کے جسم میں حُلول کر جاتی ہے. اہلِ ہند اپنے بادشاہوں کے بڑے جاں نثار ہوتے ہیں، کبھی بادشاہ کسی سے کہتا ہے: جا اپنا سر مجھے بھیج دے!" وہ جاتا ہے اور کسی درخت کی ٹہنی یا بانس کا سرا کھینچتا ہے، اور اپنے بالوں کی لٹ اس سے باندھ دیتا ہے، اور ایک نہایت تیز خنجر سے جو پانی کی طرح رواں ہوتا ہے، اپنا سر کاٹ لیتا ہے، اس کا سر درخت میں لٹک جاتا ہے، اور جسم زمین پر آگرتا ہے، ہند کے ہر بادشاہ کے دربار میں اس کے رتبہ اور حیثیت کے مطابق فدائیوں کی ایک جماعت ہوتی ہے، اگر بادشاہ مر جائے، یا قتل کر دیا جائے یا کوئی اور حادثہ اس کے ساتھ پیش آئے، تو یہ فدائی خود کو قتل کر لیتے ہیں، اور اگر بادشاہ بیمار ہو تو خود بھی بیمار ہو جاتے ہیں، بلکہ جو عارضہ بھی اس کو لاحق ہوتا ہے وہی اپنے اوپر لاحق کر لیتے ہیں.

۳۶-۳۵/۲

بلادِ ہند میں ٹھگ ہوتے ہیں، وہ ٹولیاں بنا کر شہر شہر پھرتے ہیں، اور مالدار تاجروں پر خواہ وہ ملکی ہوں یا پردیسی، ہاتھ صاف کرتے ہیں. تاجر کو اس کے گھر جا کر یا بازار یا راستہ میں خنجر دکھا کر پکڑ لیتے ہیں، اور کہتے ہیں: اتنا اتنا دلواؤ ورنہ قتل کر دیں گے؛ اگر بچانے کے لئے کوئی آدمی یا سرکاری فوجی آتا ہے تو اس کو قتل کر دیتے ہیں، تاجر کو پکڑ کر اُن کو اپنے قتل ہونے کی پرواہ نہیں ہوتی اور اس کو قتل کر کے خود اپنے ہاتھوں سے قتل ہو جائیں تو اس کی بھی ان کو پرواہ نہیں ہوتی جب وہ کسی سے روپیہ طلب کرتے ہیں تو جان کے خوف سے کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ ان سے بات کرے یا ان کے آڑے آئے، تاجر ان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور وہ جہاں چاہتے ہیں۔ اس کے بازار، دکان

یا اس کے باغ میں بیٹھتے ہیں، تاجر اتنا روپیہ اور سامان جمع کرتا ہے جتنا انھوں نے طلب کیا ہوتا ہے اس اثنار میں وہ ننگے خنجر لئے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ تاجر جب طے شدہ رقم جمع کر لیتا ہے تو اٹھانے والے فراہم کرتا ہے اور ان کی حراست میں ساتھ ساتھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ محفوظ جگہ پہنچ جاتے ہیں، وہاں وہ تاجر کو چھوڑ دیتے ہیں اور مال و متاع پر قبضہ جما لیتے ہیں۔

۲/۱۱-۱۲ ابو محمد حسن نے کہا کہ ۲۸۸ھ (اوّل دسویں صدی عیسوی) میں جب میں منصورہ (حیدر آباد سندھ) میں تھا تو وہاں کے ایک ثقہ شیخ نے مجھ سے بیان کیا کہ مُلِک را[1] نے جو شاہانِ ہند میں سب سے بڑا بادشاہ ہے اور جس کی حکومت کشمیر بالا اور کشمیر زیریں کے درمیان واقع ہے اور جس کا نام مہروک بن رایق ہے، ۲۷۰ھ میں منصورہ کے سلطان عبداللہ بن عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ہندی زبان میں مجھے اسلام کے اصول و آئین لکھ کر بھیجئے۔ سلطان نے ایک شخص کو بلایا جس کا آبائی وطن تو عراق تھا لیکن جو پلا بڑھا ہندوستان میں تھا، اور ہند کی مختلف زبانیں جانتا تھا، ساتھ ہی تیز فہم اور شاعر بھی تھا، اور اس سے 'مُلِک را' کی فرمائش پورا کرنے کو کہا۔ اُس شخص نے ایک قصیدہ نظم کیا جو اسلام کے ضروری اصول و آئین پر مشتمل تھا۔ سلطان منصورہ نے وہ قصیدہ 'مُلِک را' کو بھیج دیا۔ جب 'مُلِک را' نے قصیدہ سنا تو اس کو پسند

---

[1] 'مُلِک را' غالباً وسطی۔ جنوبی ہند کے راشٹرا کوٹا خاندان (۷۴۳ - ۹۷۴ عیسوی) کا تاجدار تھا، قدیم مسلمان سیاح اور وقائع نگار بَلہرا (وِلبھ رائے) کو اس خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ بتاتے ہیں۔ سلیمان تاجر نے سلسلۃ التواریخ میں لکھا ہے کہ بَلہرا (وِلبھ رائے) دنیا کا چوتھا سب سے بڑا اور ہند کا سب سے ممتاز اور طاقتور حکمراں تھا۔ یوں تو ہند کے اکثر حکمراں خود مختار تھے لیکن اس کی عظمت کے سب معترف تھے، جب اس کے ایلچی کسی ہندی بادشاہ کے پاس جاتے تو بادشاہ، بَلہرا کی تعظیم کے طور پر، ایلچی کو سجدہ کرتے تھے، سلیمان تاجر نے لکھا ہے کہ بَلہرا خاندان کے بادشاہوں کی عمریں بڑی ہوتی تھیں، ان میں سے بعض نے پچاس پچاس برس تک حکومت کی تھی۔ سلسلۃ التواریخ، پیرس ۱۸۱۱ء ۱/۲۶۔

آیا، اس نے سلطان منصورہ کو لکھا کہ میرے پاس ناظم قصیدہ کو بھیج دیجئے، چنانچہ اس کو بھیج دیا گیا، وہ تین سال تک مَلِک را کے پاس رہا۔ جب وہ لوٹا تو سلطان منصورہ نے اس سے 'ملک را' کے حالات پوچھے، اس نے کہا کہ میں نے اس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس کا دل اور زبان مسلمان ہو چکے ہیں، لیکن اس نے کھل کر اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا ہے، اس خوف سے کہ اس کا اقتدار جاتا رہے گا اور اس کو حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ 'ملک را' کی اور باتوں کے ضمن میں اس نے ایک بات یہ کہی کہ بادشاہ نے مجھ سے قرآن کی تفسیر ہندی میں بیان کرنے کی خواہش کی، اور جب میں سورۂ یٰسین پر پہنچا اور "مَن یُحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیمٌ، قُلْ یُحْیِیهَا الَّذِیٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیمٌ[1]" کی تفسیر کی تو وہ اپنے سونے کے انمول موتی جڑے تخت پر متمکن تھا، اس نے کہا اس آیت کی دوبارہ تفسیر کرو، میں نے کی تو وہ تخت سے اترا اور زمین پر چلا جہاں چھڑکاؤ ہو چکا تھا اور وہ ترتھی، اس نے اپنا گال زمین پر رکھ دیا اور اتنا رویا کہ اس کا چہرہ مٹی میں لت پت ہو گیا، پھر اس نے کہا: یہی ربّ معبود ہے، ازلی اور ابدی، یکتا اور بے مثال!" اس نے اپنے لئے ایک کمرہ بنوایا اور ظاہر کیا کہ امورِ مہمّہ پر غور کرنے وہاں جاتا ہے حالاں کہ وہ چھپ کر نماز پڑھتا تھا۔ اس نے مجھے تین دفعہ میں چھ سو من (لگ بھگ بارہ ہزار تولے) سونا عطا کیا"۔

۳۶/۲ اہلِ ہند مردہ کھاتے ہیں، وہ بکری یا پرند کا سر پھوڑتے ہیں اور جب وہ مر جاتا ہے تو اس کو کھا لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ صیمور[2] اور سوبارہ کا ایک

---

[1] بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے محمد! کہو وہی ذات جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا تھا، وہ ہر چیز سے واقف ہے جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔

[2] صیمور اور سوبارہ کاٹھیاواڑ کے دو اہم ساحلی شہر تھے۔

بڑا آدمی مردہ چوہے کے پاس سے گذرا تو اس نے چوہے کو اٹھا لیا اور اپنے لڑکے یا نوکر کو دیا اور گھر جا کر اس کو کھا لیا، اہلِ ہند کے نزدیک چوہے کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے۔

۲۸/۲ ایک سیّاح نے بیان کیا: سِندان میں میں نے ایک ہندی کو دیکھا کہ وہ ایک مکان سے ہو کر گذر رہا تھا تو اس کے کپڑوں پر پیشاب گرا۔ وہ رکا اور چیخ کر بولا: یہ کون ہے جس نے میرے اوپر ہاتھوں کا دھوون یا کُلّی کا پانی پھینکا ہے؟ ہاتھوں کا دھوون اور کلی کا پانی اہل ہند کی نظر میں بہت ہی گندی چیزیں ہیں۔ اس کے احتجاج پر اہلِ خانہ نے کہا: یہ تو پیشاب ہے جو بچے نے ابھی ابھی کیا ہے؛ یہ سن کر اس کا غصّہ ٹھنڈا ہوا اور بولا: بھلا، (کنا) اور چلا گیا۔ اہلِ ہند کلی یا ہاتھ کے دھوون سے پیشاب کو زیادہ پاک وصاف سمجھتے ہیں۔

ایک ہندی قضائے حاجت کر کے ثلاج میں داخل ہوتا ہے، ثلاج اُس تالاب کو کہتے ہیں جو پہاڑوں اور میدانوں کے پانی سے برسات میں بن جاتا ہے، اس میں غسل اور استنجا کرتا ہے، غسل سے فارغ ہو کر وہ منہ میں کلی کا پانی لے کر ثلاج سے باہر آجاتا ہے اور کلی زمین پر کرتا ہے، اس کا خیال ہے کہ تالاب میں کلی کرنے سے پانی خراب ہو جائے گا۔

کشمیر میں ہر سال ایک میلا ہوتا ہے جس میں مقامی لوگ جمع ہوتے ہیں، ان کا ایک مقرر منبر پر آتا ہے اور اس کے ساتھ ایک کچی ٹھلیا ہوتی ہے، وہ ناصحانہ تقریر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی جان اور مال کی حفاظت کرو، اس ٹھلیا کو دیکھو، اس کی نگہداشت کی گئی تو یہ اب تک باقی ہے۔ اہلِ کشمیر کے نزدیک یہ ٹھلیا چار ہزار برس پُرانی ہے۔

۲۹/۲ ایک ملّاح نے کولم ملی کے سانپوں کے جو حیرت انگیز حالات بیان کئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں ایک سانپ ہوتا ہے جس کو ناعران (یا ناغران) کہتے ہیں، جس کے جسم پر نقطے ہوتے ہیں، اور اس کے سر پر سبز رنگ کی صلیب سی بنی ہوتی ہے، جو اپنی جسامت کے لحاظ سے زمین سے ایک ہاتھ یا دو ہاتھ اونچا سر اٹھاتا ہے اور پھر اس کو اتنا پھلاتا ہے کہ وہ خرگوش کے سر کے برابر ہو جاتا ہے، وہ اتنا تیز بھاگتا ہے کہ اس کو کوئی نہیں پکڑ سکتا اور اگر وہ خود پکڑنا چاہے تو تیز سے تیز بھاگنے والے کو پکڑ لیتا ہے، جب کسی کو ڈستا ہے تو مار ڈالتا ہے. کولم ملی میں ابن خالد نامی ایک مسلمان ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند، اس کو وہاں کے لوگ بنجی کہتے ہیں، وہ اس سانپ کے کاٹے کا منتر کرتا ہے، کبھی کبھی اگر مار گزیدہ کے خون میں زہر زیادہ جڑ پکڑ لیتا ہے تو منتر کا اثر نہیں ہوتا، لیکن زیادہ تر وہ لوگ بچ جاتے ہیں جن پر یہ منتر کرتا ہے. اس سانپ اور دوسرے سانپوں اور اژدہوں کے کاٹے کا یہاں بہت سے ہندی بھی منتر کرتے ہیں، لیکن بنجی کا منتر کم ہی خطا کرتا ہے.

۳۹/۲ مؤلف عجائب الہند نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن راشد نے جو بلادِ ذہب (یعنی مشرقی ممالک) کا ایک مشہور بحری کپتان تھا بیان کیا کہ مجھ سے صیمور کے ایک تاجر نے بتایا کہ وہاں کی کھاڑی میں ایک سانپ آیا اور ایک بڑے مگر مچھ کو نگل گیا، یہ خبر گورنر صیمور کو پہنچی تو اس نے سانپ پکڑنے پر لوگ مامور کر دئے جن کی تعداد بڑھتے بڑھتے تین ہزار سے زیادہ ہو گئی، بالآخر انھوں نے اس کو پکڑ لیا، اور اس کی گردن میں رسیاں باندھیں، بہت سے سپیرے آ جمع ہوئے اور انھوں نے اس کے دانت اکھیڑ دئے، پھر اس کو رسیوں کے

ذریعہ سر سے دم تک ساگون کے شہتیروں میں باندھا، اور اس کی پیمایش کی تو ذِراع عُمَری[1] سے چالیس ذِراع (ذِراع = تقریباً دو فٹ) نکلا؛ لوگ اس کو بینگیوں پر اٹھا لے گئے، اس کے وزن کا اندازہ کئی ہزار پونڈ کیا گیا، یہ سنہ ۳۴۲ھ کا واقعہ ہے۔

شاہان حَمّوَیہ المعروف بہ دود نے سنہ ۳۵۰ھ میں بیان کیا کہ أحمد بن مُران تاجر نے مجھے ایک جہاز میں تجارت کا سامان دے کر کلہ[2] روانہ کیا۔ (غالباً طوفان کی وجہ سے) جہازی قافلہ کو فنصور[2]* کا رخ کرنا پڑا۔ کسی معاملہ میں جو اس وقت مجھے یاد نہیں، سریرہ[3] کے راجہ سے میرے تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے، راجہ کو جب میرے فنصور آنے کی خبر ملی تو اس نے اپنے آدمی میرے پاس بھیجے اور مجھے مع سب سامان کے سریرہ بلا لیا، وہاں پہنچ کر میں نے بہت سی چیزیں بطور ہدیہ راجہ کی خدمت میں پیش کیں اور اس کے وزیروں اور مقربوں کو بھی تحفے دئے، اس طرح راجہ کا دل میری طرف سے صاف ہو گیا، اور اس نے میری بے انتہا عزت اور خاطر کی، دوپہر کے کھانے اور پینے پلانے کی پرائیوٹ محفلوں میں کبھی اس سے الگ نہ ہوتا، اپنا سب سامان میں نے بیچ ڈالا، پانچ چھ ماہ بعد ایسا اتفاق ہوا کہ سریرہ کا راجہ، زابج[4] کے راجہ سے لڑنے نکلا، ہند اور اس ملک کے راجاؤں کا دستور ہے کہ جب ان میں کوئی دوسرے راجہ سے لڑنے جاتا ہے تو اپنے ساتھ وہ ساری دولت، آلات اور ذخیرے لے جاتا ہے

---

[1] خلیفہ عمر بن خطاب کا بنایا ہوا یعنی ذراع + امسٹھی + کلمہ کی ایک کھڑی انگلی۔
[2] مسالک کے ناسخ نے فیصور لکھا ہے، لیکن صحیح نام فنصور ہے جو کلہ کا ایک اہم شہر تھا۔ نہایۃ الأرب نویری مصر، ۱/۲۳۰ و نخبۃ الدھر دِمشقی سینٹ پیٹرس برگ سنہ ۱۸۶۶ء ص ۱۵۵۔ [3] جزائر انڈونیشیا کا ایک جزیرہ جو سماترا اور جاوا کے درمیان واقع تھا۔ [4] غالباً جاوا۔ * غالباً ملایا

جن کو منتقل کرنا آسان ہو، بھاری مال و متاع جلا دیتا ہے تاکہ پوری لگن اور یکسوئی سے دشمن کا مقابلہ کرے، تاکہ اس کو لوٹنے یا پسپا ہونے کا خیال نہ آئے، بلکہ آگے ہی بڑھتا رہے اور پیچھے چھوڑی چیزیں اس کا دل نہ لبھائیں، ممکن ہے کہ شاید وہ ہار جائے تو اس کی حکومت اور خزانوں پر دشمن قابض ہو جائے اور اس کی دولت اور سامان سے اپنی قوت بڑھا لے۔ صاحبِ سریرہ نے شاہ زابج سے لڑائی کے لئے نکلنے کا ارادہ مصمم کیا تو جن چیزوں کا لے جانا ممکن نہ تھا اُس نے الگ کر لیں، اور خزانوں میں جو سامان بچ رہا اس کو جلانے کا تہیہ کر لیا، اس کے وزیر نے جو مجھے چاہتا تھا اور میرا بڑا خیال رکھتا، راجہ سے کہا: "مہاراج، یہ سامان جلائیے مت، شاہانِ بن حَمُّوَیہ کو ہبہ کر دیجئے"۔ راجہ نے مجھ سے کہا کہ خزانوں کی ساری چیزیں تم لے لو، میں تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ میں نے جہاز کا وزن مختلف قسم کا سامان بھر کر درست کر لیا"۔ اور چیزوں کے علاوہ جہاز میں تین ہزار پونڈ کافور تھا، جو راجہ سریرہ سے اس کو (شاہان کو) ملا تھا، راجہ کے خزانوں سے لئے ہوئے سامان کی قیمت اتنی زیادہ بتائی گئی ہے کہ میری رائے میں اس کا ذکر مناسب نہیں۔ ۳۳۰ھ میں شاہان نے لنگر اُٹھایا اور عُمان کا رُخ کیا، جب وہ اہلی ؟ سے آگے نکلا اور ہرکند[1] کے سمندر میں داخل ہوا تو طوفان نے اس کو آگھیرا اور وہ ساری دولت جو سریرہ سے لایا تھا سمندر کی نظر ہوگئی۔

۵۸/۲ ہند کے ایک باخبر سیّاح نے کہا: میں ایک دن بنجالان (؟) میں زید بن محمدؐ کے پاس تھا جو اس وقت وہاں کی مسلمان بستی کا متولی

---

[1] بحر ہرکند یعنی بحر عرب (Arabian Sea)

اور ناظم امور تھا، اس کے پاس سے ایک شخص نکلا جس کا نام جوان مرد تھا، رات کو کچھ لوگوں نے اس کو گھیر لیا، اُس سے لڑے اور اس کو قتل کر دیا، اور اس کا سامان لوٹ لیا، یہ خبر زید بن محمدؒ کو جس وقت پہنچی میں اس کے پاس موجود تھا، یہ خبر سن کر فارسیوں کی ایک جماعت جو وہاں موجود تھی کہنے لگی: اب تو ہند کے لوگ فارسیوں پر ہاتھ ڈالنے لگے ہیں، ان پر چھاپے مارتے ہیں، فارسیوں کا حال خراب ہوتا جارہا ہے۔ زید بن محمدؒ ان کی باتیں سن رہا تھا، اس نے مجھ سے کہا: ذرا سننا یہ یہ کیا کہہ رہے ہیں، جونہی یہ ہٹیں گے، یہ بالکل بھول جائیں گے کہ انھوں نے کیا کہا تھا، اور یہ باتیں پھر زبان پر نہ لائیں گے"۔ میں نے کہا: جی ہاں میں نے سب باتیں سنیں۔ اس واقعہ کے کوئی بیس دن بعد میں ایک دن علی الصّباح زید کو سلام کرنے اس کے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ قیدی ہیں جن کے ہاتھ کندھوں پر بندھے ہوئے ہیں۔ میں کچھ نہ سمجھا کہ وہ کون ہیں، اور سلام کر کے زید کے پاس بیٹھ گیا، لوگ حسب دستور سلام کرنے آرہے تھے، جب سب جمع ہو گئے تو زید نے کہا: صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ جوان مرد کے ساتھ جو فارسی نژاد تھا کیا حادثہ پیش آیا، میں نے اس کے حریفوں کو پکڑ لیا ہے، آپ میں سے ہر ایک کھڑا ہو کر ان میں سے ایک ایک کو قتل کر دے جس طرح انھوں نے آپ کے ہم قوم کو قتل کیا، ہمیں اس کا کچھ سامان اور حساب کے کاغذ مل گئے ہیں جو آپ میں سے کوئی صاحب اپنی تحویل میں لے لیں، اور اس کے گھر والوں کو پہنچا دیں۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف دیکھا گویا اپنے پچھلے ریمارک کو یاد دلا رہا ہو، سب لوگ

خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا، یہ دیکھ کر زید نے کہا: صاحبو! کیا آپ کا یہ رَوِیَّہ نامناسب نہیں؟ مجھے کانٹوں میں گھسیٹ کر الگ ہو جاتے ہیں، جمع ہو کر چہ میگوئیاں کرتے ہیں، اور جب حق مل جاتا ہے تو آپ میں سے ہر ایک اپنا راستہ لیتا ہے، آپ میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے، وَاللہ المستعان" پھر زید راجہ کے محل کو گیا اور اس شخص کو مانگا جس نے قتل کیا تھا، اس نے قاتل کو قتل کر دیا اور باقی کو ساحلِ سمندر پر سولی دے دی، اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن راجہ بہت سی فوج کے ساتھ سمندر پار کر رہا تھا، اس نے ڈنڈوں پر کئی سر دیکھے اور کئی آدمیوں کو سولی پر چڑھا دیکھا تو اس نے کہا یہ کیا ہے، اس کے وزیروں نے کہا: یہ ڈاکو ہیں، جنھوں نے زید کے لوگوں کو لوٹ لیا تھا، زید نے ان کا پیچھا کرا کے پکڑ لیا"

طب قدیم وجدید کا حسین مرقع

وادی مہران کا منفرد، بلند پایہ اور کثیر الاشاعت جریدہ

طبی ڈائجسٹ حیدرآباد پاکستان

جس کی ادارت

زبدۃ الحکماء حکیم محمد صلاح الدین صاحب نعمانی سابق پروفیسر طبیہ کالج لاہور فرما رہے ہیں

یہ جریدہ تحقیقی مقالات، جدید انکشافات، طبی اخبار، بلند پایہ مضامین اور صدری مجربات کا بیش بہا ذخیرہ پیش کرتا ہے (سالانہ چار روپے)

نمونہ کے لئے آٹھ آنے کے ٹکٹ آنے ضروری ہیں

اپنی مصنوعات وغیرہ کے اشتہارات یا سالانہ خریداری کے لئے لکھئے

مینیجر

طبی ڈائجسٹ - مارکیٹ روڈ - حیدرآباد (مغربی پاکستان)

سندھ کی تسخیر
اور اُس پر اسلامی فرمانروائی کی پہلی دو صدیاں

از جناب مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب

خلافت راشدہ سے لے کر خلیفہ معتصم باللہ عباسی تک سوا دو سو سال کا زمانہ گزرا تھا۔ ذیل میں ان دو صدیوں کی تاریخ سندھ زیب رقم کی جاتی ہے۔ یہی سندھ میں اسلام کے داخلے کی ابتدائی تاریخ ہے جو نہایت اختصار کے ساتھ ہدیۂ احباب ہے۔

عربوں کی ہندی تجارت گو عرب اور متحدہ ہندوستان میں ایک وسیع سمندر بحر عرب حائل ہے لیکن چوں کہ عرب تاجر ظہور اسلام سے بھی بہت عرصہ پہلے دریائی کشتیوں میں ہندوستان کی بندرگاہوں پر آ آکر یہاں کی پیداوار اور تجارتی اشیاء دنیا کے مختلف ممالک میں لے جاتے تھے اور ان ملکوں کا تجارتی مال و اسباب یہاں لاتے تھے، اس لحاظ سے عربوں کے لئے ہندوستان کے ساحلی مقامات اور اندرونی شہر وہی حیثیت رکھتے تھے جو کسی کے لئے اپنے ہی ملک کے مختلف شہروں کی ہوتی ہے اور صرف یہ نہیں کہ ان کی آمد و رفت اس خطے کے مغربی ساحل تک محدود رہی ہو بلکہ بحر ہند اور خلیج بنگال کی بندرگاہوں اور ہندی جزیروں کے ساتھ بھی ان کے ویسے ہی تجارتی تعلقات چلے آتے تھے۔ اور ظہور اسلام کے بعد تو ان کی تجارتی سرگرمیاں اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ ان ایام میں ہندوستان کی کوئی بندرگاہ ایسی نہیں تھی جہاں عربوں کے جہاز لنگر انداز نہ ہوں یا روانگی کے لئے مال تجارت لادتے نہ دکھائی دیتے ہوں۔

ان دنوں سندھ کی سیاسی حالت یہ تھی کہ کبھی تو شاہ ایران کی فوجیں مکران کی طرف سے آکر دریائے سندھ کی سرزمین پر عمل دخل کر لیتی تھیں اور کبھی سندھ کا ہندو راجہ بلوچستان اور مکران پر حملہ کر کے اپنی سرحد ایران سے جا ملاتا تھا۔

اسلامی حملہ کے اسباب بحر عرب کا اسلامی ساحل امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت ہی میں توحید کی دعوت سے آشنا ہو چکا تھا کیوں کہ انہی ایام سے مسلمان ترکتازوں کے قدم سندھ اور کاٹھیاواڑ کے ساحلوں پر پہنچنے شروع ہو گئے تھے۔ اس عسکری اقدام کے بہت سے وجوہ و اسباب تھے۔ ان میں پہلا سبب یہ تھا

کہ اکثر باغی اسلامی عمل داری سے بھاگ کر سندھ میں پناہ لیتے تھے اور بجائے اس کے کہ حکام سندھ ان باغیوں کو خلیفۃ المسلمین کے حوالے کرتے ان کی امداد اور پشت پناہی کرتے جس کی وجہ سے اسلامی نظم ونسق میں فساد و اختلال رونما ہوتا۔

دوسرا۔ کرمان اور سجستان ایران کے صوبے تھے جن سے سندھ کی سرحد ملی ہوئی تھی۔ عہد فاروقی میں جب ایران پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو سندھ سے اسلامی حکومت کا ڈانڈا آن ملا۔ ایسی حالت میں سندھ کا الگ تھلگ اور غیر متاثر رہنا محال تھا۔

تیسرا۔ اسلامی عمل داری سے پہلے سندھ اور بلوچستان کے کبھی بعض اور کبھی اکثر حصے شاہ ایران کے زیر نگیں رہتے تھے۔ اس لئے سندھی اور بلوچی بھی ایرانی فوج میں بھرتی کئے جاتے تھے خصوصاً سندھی جاٹ یزدگرد شاہ ایران کی فوج میں بہ تعداد کثیر داخل تھے۔ جب ایران اسلامی عمل داری میں داخل ہوا تو بلوچی اور سندھی سپاہ مشرف با سلام ہوگئی۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کی یہ قدرتی خواہش تھی کہ سندھ اور بلوچستان بھی اسلام کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوں۔ اس لئے یہ نومسلم اکثر تحریک کیا کرتے تھے کہ سندھ اور بلوچستان کو بھی سعادت ایمانی سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

چوتھا۔ فتح ایران کے بعد مسلمان خود بھی محسوس کر رہے تھے کہ ایران کی سابقہ نوآبادیوں اور دوسرے مقبوضات کا اپنے حیطۂ اقتدار میں لانا ضروری ہے۔ اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندھ کی سرحد ان کے پیش نظر تھی۔

پہلا حملہ | امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ۱۵ھ میں عثمان بن ابی العاص ثقفی کو عمان اور بحرین کی حکومت پر سرفراز فرمایا تو انھوں نے خود تو عمان کی زمام حکومت سنبھالی اور اپنے بھائی حکم کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تھوڑے دنوں کے بعد عثمان بن ابی العاص نے حضرت خلافت مآب رضی اللہ عنہ کے حکم سے اپنے ایک فوجی سردار کو تھوڑی سی فوجی جمعیت کے ساتھ تھانہ (متصل بمبئی) روانہ کیا اور اپنے ایک بھائی مغیرہ کو دیبل جانے کا حکم دیا جو اس زمانہ میں موجودہ کراچی کے قریب ایک بندرگاہ تھی؎ عثمان بن ابی العاص نے اسی کے ساتھ خود بھروچ (علاقہ بمبئی)

؎ ایک سندھی دوست کا بیان ہے کہ دیبل اُس مقام پر آباد تھا جہاں کراچی کے قریب آج کل منورا موجود ہے۔ مگر اس وقت سمندر نے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر